© rasailojaraid.com



مولانا عبدالرحمن کیلانی

# غیر سودی معیشت کے قیام میں اصل رکاوٹیں

زیر نظر مضمون مولانا عبدالرحمان کیلانی کی اس کتاب کا آخری باب ہے جو انہوں نے غیر سودی معیشت کے موضوع پر لکھی ہے اور جو اس وقت تکمیل کے مراحل میں ہے۔ مضمون کا مطالعہ کرتے وقت اس پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ صفحات کی قلت کی بناپر یہ مفید مضمون اس نشست میں مکمل نہ ہو سکے گا۔ (ادارہ)

پچھلے ابواب میں ہم نے اسلامی احکام، موجودہ معاشی نظریات اور مختلف معیشت دانوں کے حوالہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملک میں سود کا استیصال عملاً صرف ممکن ہی نہیں، بلکہ اس کے عوض اسلامی نظامِ معیشت اس سے زیادہ خوبیوں کا حامل ہے۔ سودی نظام کسی ملک کی صنعتی یا زرعی ترقی میں ممد تو ہو سکتا ہے لیکن ملکی سطح پر خوشحالی کی ضمانت دینے سے قاصر ہے جبکہ اسلامی نظامِ معیشت سب سے پہلے غریبوں کے مسائل حل کرنے، ان میں قوتِ خرید پیدا کرنے، سرمایہ کو متحرک رکھنے کے وسائل اختیار کر کے ملک میں حقیقی سرمایہ اور ترقی اور خوشحالی کی پائیدار فضا پیدا کرتا ہے۔ ایسی تبدیلی کے لئے ہم نے ایک اجمالی خاکہ بھی پیش کیا ہے جو محض ایک گونہ رہنمائی کا کام دے سکتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ کسی انقلابی تحریک کو پروان چڑھانے کے لئے داعیٔ تحریک کو خود اپنی ذات سے عملی نمونہ بھی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ غریب نوازی کے زبانی دعوے تو پہلے سیاستدان بھی کرتے آئے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی نے اپنے پاس سے بھی غریبوں کو کچھ دیا؟ زرعی اصلاحات کے نام پر غریبوں کی مدد کرنے والوں نے ایسے ایسے چکر دیئے کہ پروپیگنڈہ تو بہت ہوا مگر ہزارہا ایکڑ زمین کے مالکان کے قبضہ سے ایک کنال زمین بھی کسی دوسرے تک نہ پہنچ سکی۔ سربراہانِ مملکت اگر غریبوں کو کچھ دیتے بھی ہیں تو انہی کی جیبوں سے نکال کر، انہی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



استعمال کرکے اس کے ایک قلیل حصہ سے غریبوں کی اشک شوئی بھی کر دیتے ہیں۔ اور اس مادی دنیا کی تاریخ میں آپ کو یہی کچھ ملے گا۔ اسی خیال کو علامہ اقبال نے انوری کے حوالہ سے درج ذیل الفاظ کا جامہ پہنایا ہے ؎

میکدے میں ایک دن اک رندِ زیرک نے کہا ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا،
تاج پہنایا ہے کس کی بے کلاہی نے اسے کس کی عریانی نے بخشی ہے اسے زریں قبا؛
اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی دینے والا کون ہے! مردِ غریب و بے نوا
مانگنے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خراج کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

البتہ داعیانِ برحق یا انبیائے کرام کی ہی ایک ایسی جماعت ہے جو معاشرہ کی فلاح و بہبود کی تمام تر مساعی کے لئے کچھ معاوضہ نہیں طلب کرتے اور اس راہ کے مخالفین کی تکلیفوں اور دکھوں کو بڑے صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہیں۔ اور جس طریقِ زندگی کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اس کا ایک متحرک نمونہ اپنی ذات سے پیش کرتے ہیں۔ اسلام میں غریبوں کی امداد اور ہمدردی کا بڑا بلند درجہ ہے تو اس کے داعئ برحق ؐ نے نبوت سے پہلے ہی اپنا تمام تر سرمایہ تجارت غریبوں کے قرضے اتارنے، انہیں روزگار مہیا کرنے اور ان سے ہمدردی و دلجوئی میں صرف کر دیا تھا۔

یہ داعیانِ حق اپنے آپ کو معاشرہ کا کوئی برتر فرد تصور نہیں کرتے (اگرچہ ان کے برتر ہونے میں کلام نہیں) بلکہ اپنا معیارِ زندگی ایک عام آدمی کی سطح سے بلند کرنا پسند نہیں فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں مسلمانوں کو سادگی اور کفایت شعاری کا سبق دیا وہاں خود بھی سادگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ مدنی دور میں جب فتوحات سے بکثرت مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آگیا تو معاشرہ خوشحال بن گیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ازواجِ مطہرات ؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطالبہ کر دیا کہ انہیں بھی نان و نفقہ پہلے سے زیادہ دیا جائے تاکہ وہ بھی دوسرے عوام کی طرح کچھ خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔ انکے اس مطالبہ سے آپ کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ آپ ؐ نے گھر بار چھوڑ مسجد میں جا قیام فرمایا اور ازواج سے قطع تعلق کر لیا۔ اسی طرح پورا ایک ماہ گذر گیا تو خدائی احکامات نازل ہوئے کہ:

"اے نبی ؐ، اپنی بیویوں سے فرما دیجئے، اگر تمہیں دنیا کا سامان ہی مطلوب ہے تو کوئی اور جگہ دیکھو، تمہارا مطالبہ پورا کر دیا جائیگا۔ لیکن یہاں تو یہی کچھ ملے گا۔"

اس تنبیہ کے بعد ازواجِ مطہرات (رضوان اللہ تعالیٰ علیہن) نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ دنیاوی ساز و سامان کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں میں مسجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں آیا تو دیکھا کہ آپؐ کھجور کے پتوں کی ایک چٹائی پر ننگے بدن لیٹے ہوئے ہیں۔ میرے آنے پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ پشت مبارک پر چٹائی کے پتوں کے گہرے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف پانی کا ایک مشکیزہ رکھا ہے اور دوسری طرف ستوؤں کی ایک پوٹلی رکھی ہوئی ہے۔ بس یہی کچھ سرمایۂ نبوی موجود تھا (اللہ اللہ! اسلامی سربراہِ مملکت کی یہ شانِ بے نیازی) یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ نے سبب پوچھا تو عرض کی کہ قیصر و کسریٰ تو عیش کریں اور آپ کا یہ حال! اجازت ہو تو ہم کچھ سامان مہیا کریں؟" آپؐ نے فرمایا: "عمر! تم اس بات پر خوش نہیں کہ یہ لوگ دنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے؟"

سادہ زندگی گزارنے میں خلفائے راشدینؓ بھی اسی طریقہ پہ کاربند رہے۔ وہ بیت المال سے ایک عام آدمی کے اخراجات سے زیادہ تنخواہ وصول نہ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خلافت سے پہلے یہ حال تھا کہ روزانہ نفیس سے نفیس پوشاک زیب تن فرماتے اور بہتر سے بہتر گھوڑا سواری کو موجود ہوتا مگر جب خلافت کی ذمہ داری سر پر آ پڑی تو تمام تر آرائشوں اور آسائشوں کو خیرباد کہہ دیا۔ اپنا تمام تر اثاثہ بیت المال میں جمع کرا دیا اور اپنی بیوی سے فرمایا: "اگر تم بھی اپنے زیورات اور قیمتی کپڑے بیت المال میں جمع کرا دو تو بہتر ورنہ چھٹی کرو۔" اس اطاعت شعار بیوی نے بھی اپنا سب کچھ قیمتی اثاثہ بیت المال میں جمع کرا دیا اور خود غریبانہ زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔

ایسے واقعات سے تاریخ کے اوراق اٹے پڑے ہیں۔ یہ چند ایک مثالیں نمونتہً اس غرض کیلئے پیش کی گئی ہیں کہ کسی تحریک کے داعی میں جس قوت سے یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے اتنا ہی وہ خود اس پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کے سامنے اس کی حقانیت کی شہادت پیش کرتا ہے اور اسی قدر وہ تحریک پروان چڑھتی ہے۔ کوئی تحریک محض تقریریں کرنے، پروپیگنڈا کرنے یا پمفلٹ وغیرہ چھاپ کر تقسیم کرنے سے کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ساتھ ساتھ عملی مظاہرہ نہ ہو۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ کانوں سے آگے نہیں جاتی اور جو بات دل سے نکلتی ہے۔ وہ دل میں اترتی ہے۔ لہٰذا ہمیں سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا کہ جو لوگ اسلامی نظام برپا کرنے میں پیش پیش ہیں، آیا ان کی عملی زندگی بھی ان کے نظریات سے مطابقت رکھتی ہے؟

موجودہ عبوری حکومت نے اسلامی نظام کی ترویج کا اعلان کر کے اور چند در چند عملی اقدامات کر کے کافی حد تک ذمہ داری عوام کے سر ڈال دی ہے۔ عام سیاستدانوں کی بات تو چھوڑ دیجیے، ان پیشہ ور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لوگوں کو تو عوام کالانعام کو الو بنانے کی مہارت ہوتی ہی ہے، ان کا اپنا اصول کچھ نہیں ہوتا - ان کی دوکان پر جو سودا زیادہ بکے وہی کچھ وہ تیار کر لیتے ہیں - ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام جو عملاً اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں، ان کی عملی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی اس معیار پر پورے نہیں اترتے - ہمیں اعتراف ہے کہ انہی مقدس ہستیوں کے دم قدم سے آج ہم اسلام کا نام لے رہے ہیں - لیکن صدیوں سے ایک خاموش تحریک اس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اس سے بہت زیادہ قربانی چاہتی ہے - ان لوگوں میں سے کافی تعداد ایسے حضرات کی بھی ہے جن کے گھربار عیش و عشرت کا گہوارہ بنے ہوتے ہیں - اپنی سواری کیلئے اگر بہترین کار موجود ہے تو بچوں کے کالج جانے کیلئے الگ الگ سکوٹر، رہی دینی تعلیم، تو گھریلو ماحول دینی ہونے کی وجہ سے ان کے کانوں نے جو کچھ شعوری یا غیر شعوری طور پر سن لیا، بس وہی کچھ کافی ہے - البتہ بیشتر توجہ کالج کی تعلیم پر ہے —— فرج، ٹیلیویژن، صوفے اور قالین، کسی چیز کی کمی آپ محسوس نہیں کریں گے - گھر کی فضا دیکھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، فیشن اپنی تمام جدت کے ساتھ یہاں آبسا ہے۔

رشتوں ناطوں میں دینداری کی بجائے دنیوی جاہ وحشم کو ترجیح دی جاتی ہے - خورد و نوش کا سامان ملاحظہ فرمایئے تو کسی متمول گھرانے سے کمتر نہ ہوگا - پھر ان میں سے اکثر حضرات کی آمدنی کے وسائل بھی محدود نظر آتے ہیں - البتہ "نذرانوں" کی لامحدود آمدنی ہی ایسے اخراجات کی متحمل ہو سکتی ہے - ان نذرانوں کے متعلق نہ تو یہ تحقیق ضروری سمجھی جاتی ہے کہ یہ کس طرح کی کمائی کا حصہ ہیں اور نہ ہی ان کا کچھ حصہ دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

غور فرمایئے کہ ایسے لوگوں کی بات کیا اثر رکھے گی اور اثر کتنی دیر تک قائم رہ سکتا ہے؟ جب یہ حضرات تقریر کر رہے ہوتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں کئی کئی دن فاقہ رہتا تھا، دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی اور فقط کھجور اور پانی پر گزراوقات ہوتی تھی —— آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح یوں سادگی سے سرانجام دیا —— حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تھے، تو سامعین میں سے جو لوگ ان کے کردار اور گھریلو ماحول سے واقف ہوتے ہیں وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں - ایسے میں وہ کیا اثر قبول کریں گے! یہ کوئی منظر کشی کی بات نہیں، واقعاتی دنیا میں ایسے اعتراضات اٹھ چکے ہیں - اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون" (پ ۲۸)

کہ "اے ایمان والو، وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، ایسا کہنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی بیزاری کی بات ہے"

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com